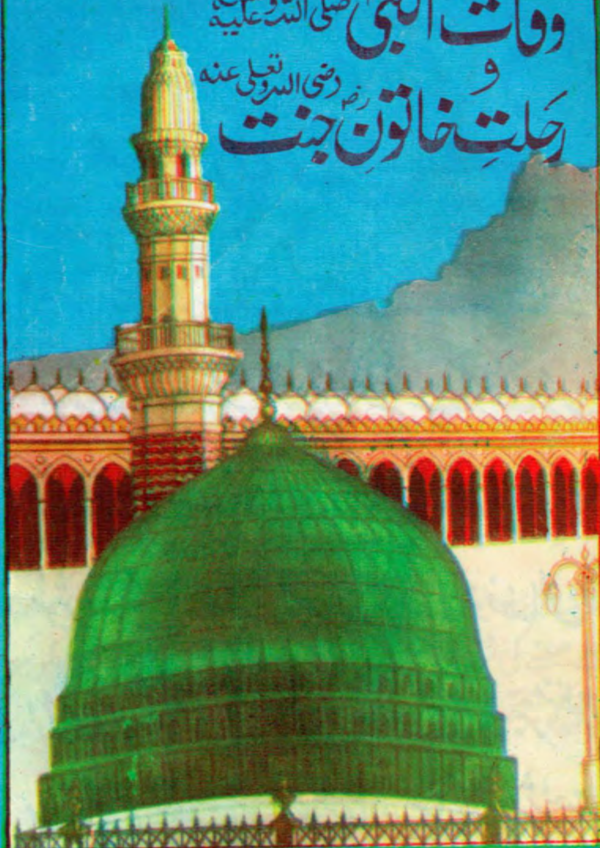
وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
و
رحلتِ خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ



مصنف و مؤلف: احقر الزمن حاجی سید محمد محمود حسن رضوی نقشبندی مجددی

ابن عالیجناب مولوی سید آل حسن غفرلہ اللہ ذوالمنن الہ آبادی افاض اللہ علینا

هو العزیز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حمد

ہزاروں لاکھوں کروڑوں ہیں حمد تیرے لئے
ترا ہی ذکر ہے آبِ حیات میرے لئے

شکر تیرا کر سکے کب یہ زباں
اے خدا ہے تو بڑا ہی مہرباں
ہے تو ہی یارب انیسِ بیکساں
چھوڑ کر تجھ کو بھلا جاؤں کہاں
تجھ سے ملنے کی بڑی ہے آرزو
ڈھونڈھتا پھرتا ہوں تجھ کو کو بکو
آہ کچھ مجھ کو نہ تھی اپنی خبر
ٹھوکریں کھاتا رہا میں دربدر

بحرِ ہستی میں جو دیکھا ڈوب کر
ہر نظر میں تو ہی تو آیا نظر

نعت شریف

روبروئے محشر میں جب یہ شانِ عالی جائے گی
حق سے عصیاں کوش امت بخشوالی جائے گی

گُل کھلائے گی ہمارے دِل کے گلشن میں نیا
جب درودِ پاک کی خدمت میں ڈالی جائیگی

آتشِ دوزخ دکھائے گی اگر اپنا اثر
یا محمد مصطفےٰ کہہ کر بجھالی جائے گی

بخشوانے حق سے امّت کو وہ جبدم آئینگے
بات کیونکر سیدِ مرسل کی ٹالی جائے گی

کھنچ کے قدموں میں چلی آئیں گی حورانِ جناں
جب صدا منہ سے محمد کی نکالی جائے گی

ساقیِ کوثر بھریں گے آپ اپنے ہاتھ سے
ہم سے میخواروں کی جب خالی پیالی جائیگی

نعتِ احمد روز و شب محمود لکھ محمود لکھ
بگڑی جو کچھ ہے اِسی سے سب بنالی جائیگی

قلم تحریرِ واقعۂ جانگدازِ وفات سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر نادم ہے کہ سر نہیں اُٹھا سکتا۔ یہ وہ واقعۂ المناک ہے جس سے قلم کا سینہ چاک ہے۔ صفحۂ عالم پر ابرِ سیاہ طاری ہیں جو لفظ ہے سیاہیِ شب غم ہے۔ جو دائرہ ہے حرفِ الم ہے۔ ہر سطر دفترِ ماتم ہے۔ مقامِ عبرت ہے کہ جس کے واسطے زمین

آسمان۔ جنّ و انسان۔ حور و غلمان اور کل انبیائے مرسلین اور اٹھارا ہزار عالم۔ عالم ظہور میں آئے ہوں اور اس دنیائے فانی میں نہ رہے۔ پس اور کون ہے جو اس دنیائے ناپائدار میں ارادۂ قیام کر سکے۔ شعر

کلک کا لکھتے ہوئے سینہ پھٹا جاتا ہے
اور کلیجا ہے کہ بس منہ کو چلا آتا ہے

یعنی ازل سے ابد تک صرف خداوند عالم ہی کی ذات باقی رہنے والی ہے۔ لہٰذا آج قلمِ سیاہ رقم صفحۂ ماتم بنا کر وَیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ؕ کی تصویر کھینچتا ہے۔ اور كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ؕ کا خاکہ صفحۂ قرطاس پہ بناتا ہے۔ صریرِ کلک کی زبان پر حمدِ خدا میں یا باقی کے ترانے ہیں اور الفاظ دارِ ناپائدار کے گویا نقوش فانی کے افسانے ہیں۔ سیاہی کا رنگ گہرا کالا ہے۔ کاغذ کا رنگ ماتمی ہونے والا ہے الفاظ کے ہر دائرے پر فنا کا نقشہ ہے۔ اور ہر کشش تیغِ قضا کا نمونہ ہے دلِ پُر جوشِ سُرور اور مدحت و حمد سے مدہوش ہو جا اور حمدِ خدا کے نغموں میں ہمہ تن گوش ہو جا کہ کچھ دیر کے لئے بہلنے کی تدبیر ہے اور آگے جو کچھ ہو گا وہ منشائے قسمت

وتقدیر ہے :-

سُن کے نورانی ترانہ شاخ شاخ — وجد میں ہے پتا پتا شاخ شاخ
بج رہا ہے تیرا ڈنکا شاخ شاخ — سُن رہا ہوں تیرا چرچا شاخ شاخ
بلبلِ دل کس نے تڑپایا تجھے — کس کا جلوہ دیکھ پایا شاخ شاخ
رحمتوں کو اپنے دامن میں لئے — موج میں ہے تیرا دریا شاخ شاخ
دیدۂ حق بیں سے دیکھے تو کوئی — تیری قدرت کا تماشا شاخ شاخ
جو نظر آیا نہ کوہِ طور پر — میری آنکھوں نے وہ دیکھا شاخ شاخ
کتنا دلکش کس قدر پُر کیف ہے — تیرے جلوؤں کا نظارا شاخ شاخ
آ ترے ہی واسطے برقِ تپاں — آشیاں ہم نے بنایا شاخ شاخ
ہر کلی، ہر پھول میں، ہر برگ میں — حُسن تیرا جگمگایا شاخ شاخ
اس جہاں میں اس جہاں میں ہر طرف — ہو رہا ہے ذکر تیرا شاخ شاخ

نغمۂ محمود ہی پڑھتی رہے
بلبُل باغ مدینہ شاخ شاخ

مسلمانو! اس سے زیادہ واقعۂ جگر خراش اور کیا ہوگا رحمتوں کا لانے والا پیارا رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ برائی سے بھلائی کی طرف لانے والا پیشوا ہم گمراہوں کو راہِ ہدایت پر لانے والا رہبر اور ہادی اس دارِ ناپائیدار سے سفر کر رہا ہے

اور تمھارے سامنے راضی برضائے الٰہی ہونے کا ایک نمونہ پیش کر رہا ہے تاکہ تمھیں یہ معلوم ہو جائے کہ جس کے لئے زمین و آسمان بلکہ دونوں جہاں خدا نے بنائے ہیں۔ وہ بھی مشیتِ الٰہی کا تابع ہے۔ بہرحال اس واقعۂ جانگداز اور سانحۂ جگرسوز سے کون سا ایسا دل تھا جو آپؐ کے فراق میں غم زدہ نہ ہوا ہو اور کونسی آنکھ تھی جو آپ کے غم سے نہ روئی ہو۔ نظم

بھلا ہجرِ نبی میں کون سا مومن نہیں رویا
جہاں ذکرِ محمد آگیا اہلِ یقیں رویا
چھپا وہ چاند جس کو چاند بھی آداب کرتا تھا
تو کس کس بیقراری سے ہر اک ماہِ مبیں رویا
یتیموں کا سہارا تھا غریبوں کا خبر لیوا
جہاں سے اُٹھ گیا جس کے لئے ہر اک مکیں رویا

روایت ہے کہ جس سال فتح مکہ معظمہ ہوئی اور سورہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ نازل ہوئی اور حقیقت وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا ظہور پذیر ہوئی۔ اسی سال حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری حج تھا۔ آپ نے آخری بار احکامِ دین کی تلقین کی اور وداعی کلمات

زبان پر لائے اور ارشاد فرمایا کہ شاید آئندہ حج کا اتفاق
نہ ہو، اسی لئے اس حج کو حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ اور فرمایا
اے لوگو! تمھارا نبیؐ اب تم سے جُدا ہونے کو ہے اور تم کو خدا
کے سُپرد کرتا ہے اور تقویٰ و پرہیزگاری اور خوف خدا کی وصیت
کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے غضب سے ہمیشہ ڈرتے رہنا۔
نخوت اور تکبّر نہ کرنا اور خبردار کسی مومن کو حقارت کی نظر
سے نہ دیکھنا۔

روایت ہے کہ حرارت کی ابتدا ام المومنین حضرت میمونہؓ
خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان سے شروع ہوئی،
جب آپ حضرتِ اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
کے مکان پر تشریف لائے تو مرض ترقی پر تھا۔ جسمِ اطہر میں
حرارت اور سرِ اقدس میں شدید درد تھا۔ آپ شدت مرض
سے بےچین و بیقرار تھے۔ بسترِ علالت پر بار بار کروٹیں بدلتے
تھے۔ اور اکثر اوقات فرماتے تھے۔ ھُوَ الرَّفِیق الاعلیٰ۔
(اللہ بڑا رفیق ہے)

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
ہے کہ ایک دن حالتِ شدتِ مرض میں حضرت سیّد عالم صلی اللہ

علیہ وسلم نے اصحابِ خواص کو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی
اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر بلایا۔ حاضر ہونے پر جب رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو دیکھا نہایت شفقت و عنایت سے
ہماری غربت و بیکسی پر نظر کر کے آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا
مَرحَبَابِکُم اللہ سلام ہو تم پر خدا کا اور فرمایا اے لوگو
تمہارا نبی اب تم سے جُدا ہوتا ہے۔ یہ حالِ پُرملال سُن کر
اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے شیشہ ہائے دِل چور چور
ہو گئے اور آنکھوں سے دانۂ الماس ٹپکنے لگے۔ نظم

ہائے اس چاند سی صورت کو کہاں پائینگے
جیتے جی ہجر میں ہم آپ کے مرجائیں گے
ہم غریبوں کی نہ اب بات کوئی پوچھے گا
جا کے دنیا سے کبھی آپ نہ پھر آئیں گے
کون اس پیار سے پاس اپنے بلائیگا ہمیں
اس محبت کو کہاں ڈھونڈھنے اب جائینگے

روایت ہے کہ حضرتِ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو عاشقِ زار
رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے۔ جنھوں نے جان و دل رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں نثار کر دیا تھا اور مسجدِ نبوی کے

موذن تھے۔ آپ ہر روز ایّامِ مرض میں نمازِ پنجگانہ سے رحمتِ عالم، نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کیا کرتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لاتے اور نماز باجماعت ادا کرتے۔ انتہائے مرض میں جب حضور صلعم کے جسمِ اطہر پر مرض کا اثر پورے طور سے ہو گیا کہ ہاتھوں میں طاقت اور پاؤں میں جنبش نہ رہی اور صرف تین دن حضور کی عمر شریف کے باقی رہ گئے تو بہ سبب ضعفِ جسمانی جماعت میں شرکت نہ فرما سکے اور تیرہ نمازیں گھر میں ادا کیں۔ اسی دن جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشاء کے وقت آتا [illegible] کہ السلام علیکم یا [illegible] اللہ [illegible] علیہ وسلم آپؐ نے جوابِ سلام ادا کیا اور بستر [illegible] بہت کوشش فرمائی لیکن شدتِ مرض اور [illegible] سے اٹھ نہ سکے۔

اور فرمایا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہہ دو کہ نماز پڑھا دیں۔ یہ سنتے ہی حضرتِ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلیجا کٹ کر غم سے پاش پاش ہو گیا۔ چشم گریاں و دل بریاں زار و قطار روتے مسجدِ نبویؐ کو جاتے ہیں اور فرمانِ رسولِ مکرّم نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچاتے ہیں جوں ہی

اس تاجدارِ مدینہ کا فرمان سیدنا حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گوشِ مبارک تک پہنچتا ہے۔ بیتاب ہو جاتے ہیں۔ زار زار روتے اور آبِ الماس آنکھوں سے بہاتے ہوئے فرماتے ہیں۔ افسوس کہ آج وہ جائے مبارک جہاں کُل رسولِ اکرم نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر نماز ادا کراتے تھے خالی نظر آتی ہے۔ چنانچہ حالِ پُر ملال سُن کر اور اصحابِ کبار جو حضورِ پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کے صدمے میں پہلے ہی سے خستہ خاطر اور زخمی دِل ہو رہے تھے۔ سب کے سب زار و قطار رونے لگے۔ یہاں تک کہ آوازِ ہائے نالہ و فریاد اس صاحبِ نبوت کے گوشِ مبارک تک پہنچی آپ نے فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ یہ نالہ و بکا کی آواز کہاں سے آ رہی ہے۔ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ یہ آوازِ ہائے حزیں اور نالہ ہائے غمگیں آپ کے جاں نثاروں کی ہیں۔ آپ کو مسجد میں نہ دیکھ کر خستہ خاطر اور ملول ہیں۔ نظم۔

آپ کے دوست ہیں جو آہ و بکا کرتے ہیں
حقِ محبت کا وہ مسجد میں ادا کرتے ہیں
ضبط کی تاب نہیں ہجر میں بیتاب ہیں سب

جان رو رو کے وہ حضرت پہ فدا کرتے ہیں

آپ یہ سن کر چار و ناچار اُٹھے اور وضو کیا۔ حضرت علی مرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرتِ عبّاس رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر مسجد میں تشریف لائے اور نماز ادا کی۔

روایت ہے کہ شدتِ مرض میں حضرتِ جبریل علیہ السّلام آپ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق سبحانہٗ تعالےٰ بعد سلام کے آپ کا مزاج پوچھتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر دنیا میں رہنے کی خواہش ہو تو میں ابھی شفائے کامل عنایت کروں۔ واِلّا اپنے جوارِ رحمت میں جائے راحت تجویز کروں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مزاج تو بہت ہی ناساز ہے اور میں بہر حال تابعِ فرمانِ الٰہی ہوں۔

تو جہاں چاہے مجھے رکھے ہے احساں تیرا
بندہ ہر حال میں ہے تابعِ فرماں تیرا
میری ہر وقت مددگار رہے رحمت تیری
شاملِ حال مرے لطفِ فراواں ہے تیرا

روایت ہے کہ جب انصار نے دیکھا کہ شدّتِ مرض روز بروز

زیادتی پر ہے دردِ مفارقت سے بیقرار ہو کر مسجدِ نبوی کے گرد سراسیمہ و حیران پھرنے لگے اور کہتے تھے۔ کہ آپ کے بعد ہمارا کیا حال ہوگا۔ سب کے سب روتے اور تڑپتے، یہاں تک کہ اس نالہ و بکا کا شور اتنا بلند ہوا کہ حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گوشِ مبارک تک پہنچا۔ اگرچہ بوجہ نقاہت آپ باہر تشریف نہ لا سکتے تھے۔ لیکن مقتضائے شفقت نے آپ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ بدستیاریٔ حضرت علی مرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ آپؐ مسجد میں تشریف لائے۔ بہت سے لوگ جمع ہوئے۔ حضور اکرم نورِ مجسم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حمدِ خداوندِ عالم ادا کی۔ اور سبھوں کو سمجھایا کہ دیکھو کیسے کیسے انبیاء علیہ السلام اس دارِ ناپائدار میں آئے اور راہیِ ملکِ بقا ہوئے۔ جو پیدا ہوا ہے وہ ایک دن ضرور ناپید ہوگا۔ یہ دُنیا قابلِ دل بستگی نہیں ؎

جگہ دل لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

اور سوا خدا کے کسی سے دل نہ لگانا جو چیز ہے فانی ہے۔ اسی کی ذات جاودانی ہے۔ سوا اس کے اور تمھارا کوئی رفیق نہیں۔ میں بھی تمھیں اُسی خالقِ اکبر کے سپرد کرتا ہوں اور تم سے

رخصت ہوتا ہوں اور تم سے وصیت کرتا ہوں کہ ہمیشہ ایک
دوسرے کے ساتھ نیکی سے پیش آتے رہنا۔ تاجدار مدینہ
کے یہ کلماتِ یاس سن کر جاں نثارانِ محمد الرسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے ضبط نہ ہوسکا۔ زار و قطار روتے اور تڑپتے تھے
اور یوں عرض کرتے تھے۔ نظم

ہائے اس چاند سی صورت کو کہاں پائیں گے
جیتے جی ہجر میں ہم آپ کے مرجائیں گے
کس کو اب ہائے سنائیں گے مصیبت اپنی
کس کو اب زخم جگر کھول کے دکھلائیں گے
کون بعد آپؐ کے فریاد سُنے گا اپنی
دردِ فرقت میں جو ہم آپ کے چلائیں گے

پھر آپ نے سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر فرمایا
کہ کوچہ و بازار میں منادی کرے تاکہ وصیت واپسیں سے کوئی
محروم نہ رہے۔ سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ زار و نزار
بازار میں آئے اور پکارا کہ اے لوگو! آج نبی آخر الزماں صلی اللہ
علیہ وسلم کی آخری وصیت جو سننا چاہے مسجدِ نبوی میں حاضر ہو
نہیں تو رسول اللہ کہاں اور یہ وصیت کہاں۔ یہ خبرِ وحشت اثر

سنتے ہی تمام مسلمان اپنی اپنی دُکانیں چھوڑ کر روتے تڑپتے
مسجد نبوی کو چلے۔ اس قدر لوگ جمع ہوئے کہ صحن مسجد میں
قدم رکھنے کی جگہ نہ رہی۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد حمد و
سپاسِ حق سبحانہٗ تعالیٰ فرمایا کہ اے لوگو! عنقریب تمھارا
نبی دُنیا سے سوئے محبوب انتقال کیا چاہتا ہے۔ اس لئے
وصیت کرتا ہوں کہ مجھ سے کسی کو کبھی کسی موقع پر کوئی ایذا پہنچی ہو
تو آج بے تکلف ظاہر کرے کہ ابھی اس کا انتقام ممکن ہے۔
تاکہ کل قیامت کے دن مجھ پر کسی کا کوئی مواخذہ نہ رہ جائے
آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مخاطب کرکے دو تین مرتبہ
یہ وصیت فرمائی تو ایک شخص عکاشہ ابن محصن نے رحمت عالم
نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپؐ پر
فدا ہوں اگر حضور بار بار ارشاد فرماتے ہیں تو میں ہرگز کسی چیز
کا دعویٰ نہ کرتا۔ ایک لڑائی میں اتفاق سے میری اور آپ کی
اونٹنی بالکل برابر ہوگئی میں فوراً اونٹنی سے اُتر پڑا اور چاہا کہ
آپؐ کی ران مبارک کا بوسہ لے لوں کہ آپؐ کے دست مبارک
میں وہ تازیانہ تھا جس سے کہ آپؐ اونٹنی کو ہانکتے تھے۔
آپ نے اونٹنی کو جلد چلنے کے لئے ایک تازیانہ اُٹھا کر مارا وہ میرے

اوپر پڑا۔ معلوم نہیں کہ وہ آپؐ نے قصداً مجھے مارا تھا یا آپؐ
نے اونٹنی کو مارنا چاہا تھا جو میرے لگ گیا۔ یارسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم مجھے انتقام اس کا ہرگز لینا منظور نہ تھا لیکن
ہرگاہ حضورؐ نے اس قدر اصرار فرمایا اس لئے اس بات کا
اظہار ضروری ہوا۔ آپؐ نے فرمایا۔ یرحمک اللہ یا عکاشہؓ
انتقام چاہتا ہے انھوں نے کہا ہاں یارسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم۔ حضرتِ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ بلال
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ فاطمہؓ کے گھر جاؤ وہ تازیانہ کہ
اکثر لڑائیوں میں میرے ساتھ رہتا تھا اُٹھا لاؤ۔ حضرت بلال
رضی اللہ تعالیٰ عنہ افتاں وخیزاں صدگونہ بے قرار اپنے جینے
سے بیزار روتے ہوئے جناب سیّدہ خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہا
کے گھر سے وہ تازیانہ حضور میں لائے۔ حضورِ پُرنور صلی اللہ
علیہ وسلم نے وہ تازیانہ عکاشہؓ کے حوالے فرمایا اور صحنِ مسجد
میں بیٹھ گئے اور فرمایا اے عکاشہ رحمت خدا نازل ہو تجھ پر
بے رُو رعایت اپنا انتقام لے۔ عکاشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ تازیانہ
لے کر مستعد ہوئے اہل محفل میں ایک شور برپا ہوا تمام اصحاب
اور انصار اور اہل بیت یہ حال دیکھ کر تھرانے لگے، مسجد میں

زلزلہ سا پڑ گیا۔ حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت
عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ اے عکاشہؓ مزاج سرورِ
دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا چند روز سے علیل ہے۔ عوض ایک تازیانہ
کے سَو تازیانے ہم کو مار اور آپ کو تکلیف سے معذور رکھ۔ حضرت
عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی مرتضےٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ
عنہ روتے ہوئے آئے اور کہا اے عکاشہؓ طبیعتِ رسول مکرم
صلی اللہ علیہ وسلم شدّت مرض سے ناساز ہے۔ ایک تازیانے
کے عوض دو سَو تازیانے ہم کو مار اور رسول اکرم نور مجسّم صلی اللہ
علیہ وسلم کو اس اذیت سے معذور رکھ۔ بعد اس کے دونوں
صاحبزادے جناب حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ خبر سُن کر
مضطر و گریاں تشریف لائے اور فرمانے لگے۔ اے عکاشہ ہمارے
نانا بہ سبب بیماری بہت ضعیف وناتواں ہیں۔ ایک تازیانے
کے عوض ہم کو ہزار تازیانے لگا اور نانا جان کو اس حالتِ رنجوری
میں تکلیف نہ پہنچا۔ اس نے عرض کیا اے صاحبزادو امیرا انتقام
غیر شخصوں پر منتقل نہیں ہو سکتا۔ پس سیّد عالم نور مجسّم صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا۔ اے عکاشہ اپنا کام جلد تمام کر۔ مبادا مرگ
رخصت نہ دے اور یہ مواخذہ عاقبت تک باقی رہے۔ عکاشہؓ

نے کہا یا رسول اللہ میں اس روز برہنہ تھا اور اس وقت حضور پیراہن پہنے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیراہن جسد مبارک سے اُتارا اہل محفل عبرت سے روتے روتے بیہوش ہو گئے۔ غرض عکاشہ رضؓ اُٹھے اور کمال محبت سے مہر نبوت خاتم رسالت کو بوسہ دیا اور عرض کرنے لگے۔

اس مہرِ نبوت کی زیارت تو نہ ہوتی
یہ کام نکالا مری اس بے ادبی نے

اور عرض کیا کہ یا رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم میری خواہش تھی کہ دم واپسیں مہر نبوّت کی زیارت سے مشرف ہوں۔ چنانچہ بحیلۂ انتقام اس دولت سے بہرہ اندوز ہوا۔ میں حضور کی درگاہ کا ایک نالائق غلام ہوں۔ میری پشت پر جس روز تازیانہ لگا تھا۔ میں نے اسی روز بخش دیا تھا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری گستاخی معاف فرمائی جائے۔

حضور نے فرمایا۔ حدیث شریف۔

مَنْ تَمَسَّہٗ جِلْدِیْ لَمْ تَمَسَّہُ النَّارُ اَوَلاً۔ حضور نے فرمایا جس نے میرے بدن کو مس کیا اس کو دوزخ کی آگ مس نہیں کر سکتی پھر آپؐ نے عکاشہؓ کے حق میں دُعائے خیر فرمائی اور فرمایا

کہ جو شخص دیکھنا چاہے اہلِ جنت کو وہ دیکھے۔ اس شخص کی طرف پس تمام مسلمان کھڑے ہو گئے اور جناب عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں کو چومنے لگے اور کہنے لگے مبارک ہو تم کو کہ تم بڑے درجے پر پہنچے۔ (از درۃ الناصحین صفحہ ۱۴۸)

خلوص و محبت کے ساتھ درود شریف پڑھئے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

اے مومنو لگاؤ تو نعرہ درود کا — پہنچاؤ تو حضور میں تحفہ درود کا
جس کی زباں پہ جاری محمد کا نام ہے — واللہ اس پہ آتش دوزخ حرام ہے

بھیجو درود سیدِ والا کے واسطے
لازم ہے ذکر یار کا شیدا کے واسطے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کل قیامت میں جب ہنگامۂ محشر گرم ہوگا۔ اپنی شفاعت کے لئے میں آپ کو کہاں تلاش کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا اول پلِ صراط کے پاس لوائے حمد کے نیچے آمرزشِ امّت کے واسطے دعائے خیر کرتا ہوں گا۔ عرض کیا جو وہاں نہ پاؤں۔ فرمایا

میزان کے پاس ثقل اعمال اُمت کے لئے دُعائے خیر کرتا
ہوں گا، عرض کیا جو وہاں بھی نہ پاؤں فرمایا کنارے دوزخ کے
کھڑا ہوں گا تاکہ امتِ عاصی اور دوزخ کے درمیان حائل رہوں
اور کسی پر آنچ نہ آنے دوں گا پوچھا اگر وہاں بھی زیارت نصیب نہ ہو۔ ارشاد
ہوا۔ کنارے حوضِ کوثر کے تشنہ کامانِ امت کو پانی پلاتا ہونگا ؎

اے مومنو لگاؤ تو نعرہ درود کا پہنچاؤ تو حضور میں تحفہ درود کا
جس کی زباں پہ جاری محمد کا نام ہو واللہ اس پہ آتشِ دوزخ حرام ہو

روایت ہے کہ دو دن حضرتِ جبریل عیادت کے واسطے جناب
سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لائے اور مزاج کا حال پوچھا
فرمایا ناساز ہے۔ تیسرے دن پھر آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ نے آج ملک الموت کو حضور کی
خدمتِ بابرکت میں بھیجا ہے، اگر اجازت ہو تو خدمت میں
حاضر ہو حکم ہوا کہ آئے۔ پس حضرت جبریل علیہ السلام ملول و
محزون الوداع الوداع کہتے ہوئے اُٹھے اور کہا السلام علیک
یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آج سے پھر اتفاق دنیا میں آنے کا نہ ہوگا
میرا آنا جانا دنیا میں صرف آپؐ کے دم تک تھا سو آج ختم ہوگیا۔

آج سے پھر مرا دنیا میں نہ آنا ہوگا
اور نہ بعد آپؐ کے اب وحی کا لانا ہوگا
حاضری تھی مری دنیا میں انھیں قدموں تک
کس کو اب رُخ مجھے دنیا میں دکھانا ہوگا
وہ نبیؐ جو کہ ہیں محبوب خدائے دو جہاں
نزع کا بار انھیں آج اُٹھانا ہوگا
جاتے دنیا سے ہیں بگڑی کے بنانے والے
اب کسے حالِ دلِ زار سنانا ہوگا
وہ نبی جن سے عیاں صاف ہے شانِ مولا
اب انھیں پردۂ وحدت میں چھپانا ہوگا
دل کا ارماں نہ نکلنے کوئی پایا افسوس
ہائے اب شاہِ امم کو کہاں پانا ہوگا
یہ سفر وہ ہے کہ اب جاکے نہ آئیں گے کبھی
جلوۂ ناز کسی کو نہ دکھانا ہوگا

الغرض ملک الموت نے آستانۂ نبوی پر آکر پکارا۔ السلام
علیک یا اھل بیت نبوۃ اگر اجازت ہو تو گھر میں آؤں
اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت کے سرہانے

بیٹھی تھیں جواب دیا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت ناساز ہے۔ اس وقت ملاقات سے توقف فرمائیے۔ پھر اجازت مانگی یہی جواب پایا۔ تیسری بار ایسی ہیبت ناک آواز سے اجازت چاہی کہ سننے والوں کا دل ہیبت سے کانپ اُٹھا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھ کھول کر پوچھا کیا ہے؟ حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ ایک اعرابی دروازے پر کھڑا ہے اور اندر آنے کی اجازت مانگتا ہے۔ ہر چند منع کرتی ہوں نہیں مانتا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے بیٹی۔ نظم

ملک الموت ہے یہ شور مچانے والا
ہے یہ محبوب کو عاشق سے ملانے والا
یہی نقارہ اجل کا ہے بجانے والا
خوابِ غفلت سے ہے سوتوں کو جگانے والا
فرش مخمل پہ ہیں جو عیش سے سونے والا
خاک کے فرش پہ ہے ان کو سلانے والا
لوٹ لیتا ہے چمن عیش کا یہ پھولا پھلا
فصل گل میں ہے خزاں کا یہی لانے والا
دنیوی رشتوں کو کرتا ہے یہی آگے جدا
خاک میں ہے یہی راحت کو ملانے والا

کوئی دم میں یہی دے گا مری فرقت تم کو
ہے یہی ظاہری آنکھوں سے چھپانے والا
سب کو تا زیست نہ بھولے گا وہ غم یہ دیگا
سانحہ اہلِ مدینہ پہ ہے آنے والا
ہجر میں جان تو رو رو کے فدا کر دے گی
دم بدم ہے یہ ترا رنج بڑھانے والا

حضرتِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بیٹی! یہ ملک الموت ہے جو لذتوں کے مٹانے والا، راحتوں کا لوٹنے والا بچوں کو یتیم کرنے والا، عورتوں کو بیوہ بنانے والا۔ گھر برباد کرنے والا۔ قبرستان آباد کرنے والا۔ اے نورِ دیدہ! اس سے کہو کہ اندر آئے ان پُرملال الفاظ سے آپ کا پیمانۂ صبر چھلک گیا۔ زار زار رونے لگیں، حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جان پدر! نہ رو تیرے رونے سے حاملانِ عرش روتے ہیں۔ آپؐ نے جنابِ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چہرے سے آنسو پوچھے اور کلمات تسکین فرمائے اور فرمایا کہ میرے حسنین کو لاؤ۔ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں صاحبزادوں کو سامنے لائیں۔ آپ نے ان کو سینۂ مبارک سے لگایا اور کہا حسنؓ کو سیادت و نجابت اور حسینؓ کو سعادت اور شجاعت

یہ فرما کر آپ آبدیدہ ہو گئے اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا اے دخترِ نیک اختر میرے فرزندوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ ہر وقت ان کی غمخواری اور دلداری کرتی رہنا۔ دونوں نورِ عین گلشنِ احمدی کے حسنین روتے بلکتے تھے اور کہتے تھے نانا جان اب کون آپ کی طرح ہم کو پیار کرے گا اور اپنی پشت پر سوار کرے گا۔

نظم

کون ہم کو دوش پر بٹھلائے گا　　پیار کر کے کون اب پھسلائے گا
باغِ جنت سے ہمارے واسطے　　نانا میوے کون اب منگوائے گا
پاس اپنے اے رسولِ دو جہاں　　کون شفقت سے ہمیں بلوائے گا

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آبدیدہ ہو کر حضرتِ علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا اے علیؓ فاطمہ یتیم ہوتی ہے۔ اس کی پاسداری اور خاطرداری ضرور کرنا، یہ فرما کر حضرت سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرِ اقدس کو حضرت علیِ مرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زانو پر رکھ دیا اور آنکھیں بند کر لیں، اُس وقت چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہونے لگا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا زار و قطار رونے لگیں اور فرمایا اے باباجان فاطمہؓ کی جان آپ پر قربان ذرا آنکھیں کھولئے اور مجھ سے بولئے آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے حضرت سیدہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بیقرار دیکھ کر پاس بلایا اور اپنے سینہ مبارک سے لگایا اور فرمایا خداوندا فاطمہؓ کو صبر دے۔

یومِ رحلت

نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوشنبے کے دن بوقت نمازِ فجر حجرۂ اطہر کا پردہ مبارک اٹھایا جو مسجدِ اقدس اور حجرۂ مبارک کے درمیان پڑا ہوا تھا، اس وقت نماز ہو رہی تھی۔ حضورِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو نماز کی حالت میں دیکھ کر مسرت فرمائی اور آپ کے لب ہائے مبارک سے مسکراہٹ نمایاں ہوئی کہ آج اللہ کی زمین پر آخر وہ جماعت قائم ہو گئی جو اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک اور بہتر نمونہ بن کر خدائے قدوس کی یاد میں مصروف ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت آپ کے چہرۂ انور کا وہ پُرنور منظر تھا کہ گویا قرآن پاک کا ورق کھلا ہوا ہے۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اس وقت یہ عالم تھا کہ سب کے سب حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے

مصحفِ روئے پُر نور کی طرف متوجہ ہو جائیں ۔ اور اس نورانی نظارے سے صحابہ کرام کچھ ایسے بے قابو ہو رہے تھے کہ نماز ٹوٹ جاتی ۔ سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس وقت امام تھے ۔ خیال کیا کہ حضورؐ کا ارادہ نماز میں تشریف لانے کا ہے لٰہذا آپ نے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک کے اشارے سے فرمایا کہ نماز پڑھاتے رہو ۔ حضور کا یہ اشارہ مبارک صحابۂ کرام کی تسکین کا باعث ہوا ۔ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم نے پردہ مبارک چھوڑ دیا ۔ اور یہ نماز جنابِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ ہی نے مکمّل فرمائی ۔ اس کے بعد آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم پر کسی دوسری نماز کا وقت نہ آیا ۔

(از رحمۃ اللعالمین بحوالۂ بخاری)

اس کے بعد جب کچھ دن چڑھا تو آپ نے اپنی پیاری بیٹی جناب سیّدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا ۔ کان میں کچھ بات کہی جس سے وہ رو پڑیں پھر کچھ فرمایا جس سے وہ ہنس پڑیں جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آخری دن رحلت سے قبل حضور رحمۃ العالمین صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی پیاری بیٹی جناب سیّدہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کو اپنے قریب بلا کر کچھ آہستہ آہستہ کان میں فرمایا جس سے جنابِ سیّدہ رونے لگیں ۔ حضور نے پھر کچھ آہستہ آہستہ کان میں فرمایا تو اب ہنس پڑیں ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے جنابِ سیدہ خاتون سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اول حضور نے فرمایا کہ میں اب دنیا کو چھوڑ رہا ہوں ۔ یہ سن کر میں تاب نہ لا سکی، اور کثرتِ غم سے رو پڑی ۔ دوسری بات بابا جان نے یہ فرمائی کہ اے بیٹی تم گھبراؤ نہیں ۔ اہلبیت میں سب سے پہلے تم ہی میرے پاس پہنچو گی (یعنی انتقال ہوگا) یہ سُن کر میں خوش ہوگئی ۔ ؎

اسی دن سرکارِ ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بی بی بتول کو سیدۃ النساء العالمین ہونے کی بشارت عطا فرمائی ۔ حسن حسین علیہما السلام کو بلا کر چوما اور ان کی توقیر و احترام کی وصیت فرمائی جنابِ سیّدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور کے کرب کو دیکھ کر جو شدّت مرض کے باعث تھا ۔ فرمایا آہ میرے باپ کی تکلیف ۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بیٹی! تمھارے باپ کو آج کے بعد پھر کوئی تکلیف نہ ہوگی ۔ (از بخاری)

؎ بحوالہ صاحب مدارج النبوۃ "سب سے پہلے جو مجھ پر نماز پڑھے گا وہ میرا پروردگار ہے"
"اول کسی کہ نماز گزارد بر من پروردگار من است"
از مدارج النبوت من تصنیفِ حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۵۲۲ ج ۲ مطبوعہ فخر المطابع سنہ ۱۲۷۰ھ

پھر اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفن کس کپڑے کا دیا جائے اور یہ نور الٰہی کس نقاب سے مخفی کیا جائے۔ فرمایا یہی لباس جو میرے بدن پر ہے۔ کفایت کرے گا۔ اور جو چاہو حلہ یمنی یا مصری یا کوئی اور سفید کپڑا یا جیسا چاہو پوچھا یارسول اللہ جنازے کی نماز کون پڑھائے گا۔ اتنے میں کسی سے ضبط نہ ہو سکا اور سب بے اختیار رونے لگے (مدارج النبوۃ)

ہائے دنیا سے چلا چاہنے والا اپنا
چھٹتا ہے ہم سے شہ یثرب و بطحا اپنا

وہ مسافر ہے کوئی دم کا جسے کہتے ہیں
زیب لولاک لما زینت طٰہٰ اپنا

اب کوئی دم میں یہ چھپ جائیگی صورت افسوس
ہائے اب کون یہاں ہوگا مسیحا اپنا

وہ چلے دہر سے تھی جن سے درستی دل کی
منہ کو آجائے نہ کس طرح کلیجا اپنا

یاد آئے گی ہمیں آپ کی شفقت جس دم
حال بگڑے گا جدائی سے نہ نہ کیا کیا اپنا

چھوڑے جاتے ہیں ہمیں آپ بتائیں کس پر
کوئی ملنے کا بتا دیجئے ذریعہ اپنا

حضرت سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تسکین فرمائی اور ارشاد کیا کہ جس وقت نہلا کر مجھے کفناؤ قبر کے پاس رکھ کر ایک لحظ علیحدہ ہو جاؤ، پہلے میرا پروردگار مجھ پر خاص رحمت نازل فرمائے گا[1] پھر میرے جنازے کی نماز حضرت جبریل علیہ السلام، پھر اسرافیل علیہ السلام پھر ملک الموت مع اپنی فوج کے پڑھیں گے۔ بعد اس کے اہل بیت کی عورتیں اس کے بعد تم لوگ آکر میرے جنازے کی نماز پڑھتے جاؤ بعد اس کے حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عزرائیل کو بلایا۔ ملک الموت نے حاضر ہو کر عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ نے مجھ کو آپ کا فرماں بردار کیا ہے اور حکم ہے کہ بے اجازت قبض روح نہ کروں اور حضور بخوشی خاطر حکم فرمائیں تو بہتر ورنہ اسی طرح واپس جاؤں، ارشاد ہوا، جبرائیل کو کہاں چھوڑا۔ عرض کیا آسمان پر فرشتے رسم تعزیت کے لئے اس کے پاس آتے ہیں، وہ حضور کی عزاداری میں مصروف ہے۔ اتنے میں جبرئیل امین حاضر ہوئے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے جبرئیل ایسے وقت میں

[1] ازمدارج النبوت من تصنیف حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ص۵۲۲، س۳ مطبوعہ فخر المطابع ۱۲۷۰ھ

مجھ کو تنہا چھوڑا۔ فی الحال مجھ کو سفرِ آخرت درپیش ہے۔ کوئی خوشخبری سنائیے۔ حضرت جبرئیل علیہ السّلام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ مشتاق جمالِ حضرت ہے اور آتشِ دوزخ افسردہ اور بہشت آراستہ و پیراستہ ہے۔ حورانِ بہشتی حلۂ فردوسی سے مزیّن ہیں۔ ملائکہ صف بہ صف آپ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہیں کہ آپؐ کی روح پرفتوح تشریف لاتی ہوگی۔ آپؐ نے فرمایا، اس کے سوا اور کوئی خوشخبری امت کی سنائیے۔ جبرئیل نے عرض کیا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ جب تک آپ اور آپ کی امّت بہشت میں نہ جائے گی اس وقت تک کل انبیاء پر اور کل امتوں پر بہشت حرام ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجھ کو ہر دم اپنی امّت ملال ہے اور ہر وقت یہی خیال ہے کہ قیامت کے دن کیا معاملہ ان کے ساتھ ہوگا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یہ سن کر جناب احدیت میں عرض کیا بارِ خدایا میں نے سب بشارتیں سنائیں، لیکن خاطرِ اقدس تیرے محبوب کی اب تک مطمئن نہیں ہوتی۔ کچھ اور مژدہ چاہئیے۔ جس سے مزاجِ عالی تیرے محبوب کا مسرور ہو۔ حکم ہوا کہ میرے حبیب سے بعد سلام کے کہو کہ آپؐ کی شفاعت سے میں اتنے لوگوں کو بخشوں گا کہ آپ راضی اور خوشنود ہو جائیں گے، اور آپؐ کی

امت کا اگر کوئی شخص تمام عمر جرمِ عصیاں میں آلودہ رہے اور موت سے ایک سال پہلے توبہ کرے تو میں سب گناہ اس کے بخش دوں گا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موت کا حال کسی کو نہیں معلوم شاید ایک سال پہلے توبہ نصیب نہ ہوسکے۔ ارشاد ہوا کہ ایک مہینہ پہلے توبہ کرے۔ فرمایا! یہ بھی بہت ہے۔ حکم ہوا کہ ایک ہفتہ پیش از مرگ توبہ کرے۔ فرمایا ایک دن بھی بہت ہے خطاب آیا ایک ساعت قبل از مرگ توبہ کرے۔ فرمایا ایک ساعت بھی بہت ہے۔ شاید میسر نہ ہو۔ آخر حکم ہوا اگر تمام عمر گناہوں میں گزاری ہو اور مرتے دم آنکھوں سے آنسو بہائے یا اپنے اعمال یاد کر کے پشیمان ہو تو میں اس کے گناہ معاف کردوں گا۔ اور اگر پشیمان بھی نہ ہو تو میں تیری شفاعت سے نجات دوں گا۔ الغرض جب یہ کل مراتب طے ہو چکے تو آپؐ نے فرمایا اے جبرئیل اب مجھے تین باتوں کی اور تمنّا ہے۔ امیدوار ہوں کہ وہ بھی میرا پروردگار پوری کرے۔ اول یہ میری امّت پر شامت گناہ سے دنیا میں عذاب نہ ہو، دوسری یہ کہ قیامت کے دن میری شفاعت گنہگاران امت کے حق میں قبول فرمائیے۔ تیسری یہ کہ ہر ہفتہ میں دو بار امت کے اعمال سے مطلع ہوتا رہوں کہ مجھ کو اپنی امّت

کی مفارقت کا ہرگز تحمل نہیں۔ اگر ان کے اعمال نیک سنوں گا تو ان کے نامہ اعمال میں لکھوں گا کبھی نہ مٹ سکیں۔ اگر برے عمل ظاہر ہوں گے تو استغفار کر کے نامۂ اعمال محو کرا دوں گا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام گئے اور جناب احدیت جل شانہٗ سے خوشخبری لائے کہ حق تعالیٰ نے یہ تین باتیں بھی قبول فرمائیں۔ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اے عزرائیل! اب اپنا کام کر۔ چنانچہ حضرت عزرائیل علیہ السلام حسب الحکم قبض روح پر فتوح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں مصروف ہوئے شدت جاں کنی اور سکرات اس قدر تھی کہ رنگ چہرہ مبارک کا کبھی سرخ ہو جاتا ہے اور کبھی زرد۔ ایک پیالا پانی کا سامنے رکھا تھا بار بار آپ اپنے چہرۂ انور پر ملتے تھے۔ اور فرماتے تھے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ سَکَرَاتِ الْمَوْتِ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَکَرَاتٍ۔ ملک الموت سے پوچھا کہ جانکنی میں اس قدر اوروں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔ عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جس قدر تکلیف اوروں پر ہوتی ہے اس کا عشر عشیر بھی آپ کے واسطے نہیں۔ یہ سنتے ہی آبدیدہ ہو کر فرمایا اے عزرائیلؑ! جتنی شدت اور تکلیف نزع روح کی میری امت پر ہو آج اُنکے

عوض سب مجھ پر تمام کر کہ میری امتِ ضعیفہ اس رنج و اذیت سے محفوظ رہے۔ عزرائیل علیہ السلام نے عرض کیا یا شفیع المذنبین آپؐ اس کا کچھ غم نہ فرمائیں۔ اس طرح مادر مشفقہ سوتے لڑکے کے منھ سے پستان نکال لیتی ہے اسی طرح آپ کی امت کی روح بآسانی قبض کروں گا۔

نظم

بولے کمزور بہت ہائے ہے امت میری
اس پہ کیا گزرے گی بیکل ہے طبیعت میری
سختی نزع تو کر اس کی محمدؐ پہ تمام
اُس کو تکلیف نہ ہو ہے یہی راحت میری
صدمے کیونکر یہ سہے گی مری امت ہے ضعیف
میں نے نازوں سے ہے پالا یہ ہے دولت میری
اُس پہ تکلیف جو ہوتی ہے وہ مجھ پر ہو جائے
ملک الموت نہ کر اس میں رعایت میری
دل کی خواہش ہے عوض اُسکے اٹھاؤں صدمہ
رنج پہنچے نہ اُسے ہے یہ محبت میری
حال بگڑے گا مرا گر تو بلا سے بگڑے
یاد رکھے گی وہ تا حشر عنایت میری

اس کی تکلیف کو کیوں دل سے فراموش کروں
ہائے کس کام پھر آئے گی نبوت میری

نقل ہے کہ ایام مرض میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس سات دینار سُرخ تھے کہ سب فقراء و مساکین کو دے ڈالے اور نزع روح کے وقت چراغ میں تیل میسّر نہ ہوا چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک ہمسائے سے فرمایا کہ اگر تھوڑا سا تیل گھر میں ہو تو لاؤ کہ سلطانِ دین شفیع مذنبین اس وقت حالت نزع میں ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک ہے کہ حضور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر میری باری کے دن میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے، اس عالم ظاہری سے پردہ فرمایا۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے آخری وقت میں میرا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن ملا دیا، اس طرح کہ بوقت حالت نزع میرے بھائی یعنی عبدالرحمن بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگئے ان کے ہاتھ میں ایک تازہ مسواک تھا۔ حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک پر نظر ڈالی۔ میں نے آپ سے عرض کیا

لہ از رحمۃ اللعالمین۔ صفحہ ۲۲۱

کیا مسواک لے لوں۔ آپ نے فرق انور سے اشارہ فرمایا کہ ہاں۔! میں نے مسواک لے کر اسے چبایا اور نرم کرکے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے مسواک اپنے دہن مبارک میں ڈال کر اِدھر اُدھر پھیرا اور دست مبارک آسمان کی طرف بلند کرکے زبان مبارک سے فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الاعلیٰ پس اُسی وقت آپ کا دستِ شریف لٹک گیا۔ پتلی اقدس اوپر کو اُٹھ گئی (از بخاری شریف) بارہ ربیع الاوّل شریف ۱۱ھ ہجری بروز دوشنبہ بوقت چاشت آفتاب نبوت نے عالمِ ظاہری سے رحلت فرمائی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اَفَاِنْ مِّتَّ فَھُمُ الْخَالِدُوْنَ۔

روح مبارک صرف چند لمحہ کے لئے جدا ہو کر پھر اُسی قالب انور میں بحکم الٰہی داخل ہوئی اور قیامت تک داخل رہے گی۔ لہٰذا یہ ایمان اہل سنت والجماعت کا ہے کہ آپؐ حیات النبیؐ ہیں ص۲۹ لہ صحیح بخاری کی احادیث میں اس کی تفصیل موجود ہے اور بعض محقق علماء نے کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی بنیاد اور عدم میراث اس لئے ہے کہ وہ زندہ ہیں۔ بالخصوص سید الرسل صلی اللہ علیہ من الصلوات افضلہا و من التحیات اکملہا۔ میراث تو مُردوں کی ہوتی ہے نہ کہ زندوں کی (چنانچہ آپؐ زندہ ہیں) کیونکہ آپ

بنی آدم کے مبداء حیات اور بقا ہیں۔ بلکہ تمام اجرائے عالم کے بحکم "کُلّ نفس ذائقۃ الموت" و بحکم " اجزائے سنت الٰہی جل و علا ، موت (تو آتی ہے اور آئے گی ...... لیکن) موت اور میت کا اطلاق بھی حضور سرور کائنات کے متعلق "گراں" ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس ذکر کو " بہ عبارتِ دیگر " ادا کریں امام مالک تو لوگوں کے اس قول کو بھی مکروہ سمجھتے ہیں " زرت قبر النبی " کہنا تو یہ چاہتے ہیں کہ " زرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وصل جاننا چاہئے کہ حیات انبیاءؑ "متفق علیہ" ہے۔ علماء ملت حیات شہدا و مقاتلین فی سبیل اللہ کی حیات پر متفق ہیں۔ حیات انبیا حیات حسی دنیاوی ہے۔ ابوالعلی بہ نقل ثقات حضرت انس بن مالکؓ یہ حدیث پیش کرتے ہیں "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الانبیا احیاء فی قبورھم یصلون الحدیث" نسائی نے باسناد صحیح حضرت مسعودؓ سے حدیث پیش کی ہے کہ سرور کائنات نے فرمایا "کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے فرشتوں کو مامور کر دیا ہے کہ زمین پر گھومتے رہیں اور میری امت کے صلوٰۃ وسلام کو میرے پاس پہنچاتے رہیں" یہ بات ان لوگوں کے لئے جو وہاں موجود نہیں ہیں اور جو لوگ وہاں موجود ہیں ان کے حق میں دو حدیثیں ہیں۔ ایک کا مقصد یہ ہے

کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سلام کو سنتے ہیں اور بہ نفسِ نفیس جواب سلام دیتے ہیں۔ بلکہ اپنی زندگی والی عادتِ شریف کے مطابق سلام میں مبادرت فرماتے ہیں۔

دوسری حدیث کا مقصد یہ ہے کہ اس حالت میں بھی ایک فرشتہ موکل ہے جو سلام پیش کرتا ہے اور یہ بالکل ایسا ہی جیسا کہ ملوک وسلاطین بارگاہ میں مقرر ہے۔

امام عبدالحق ابن عباسؓ سے باسنادِ صحیح پیش کرتے ہیں کہ جو شخص اپنے مومن بھائی کی قبر سے گزرتا ہے اور سلام کرتا ہے اس کو اہل قبر جواب سلام دیتے ہیں۔ اس میں متعدد بار روایت آچکی ہیں۔ جب یہ بات عام مومن کی شان میں ممکن ہے تو چہ جائیکہ حضور کریم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم۔

عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے سیّاح فرشتے زمین پر مقرر فرما رکھے ہیں، جو امّتیوں کے اعمال میرے حضور میں پیش کرتے ہیں۔ تمھارے اعمال جو بہتر ہوتے ہیں ان پر شکر ادا کرتا ہوں اور جو برے ہوتے ہیں اُن کے لئے استغفار کرتا ہوں۔

(حضور کی دیگر انبیا علیہم السلام سے ملاقات کے ذکر بیشتر آئے

نماز کا بھی ذکر ہوا ہے پھر حضور کی حیات میں کیا گنجائش شک)
بیہقی حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ انبیائؑ چالیس دن کے بعد قبروں میں چھوڑے نہیں جاتے بلکہ روبروئے حق تعالیٰ نماز ادا کرتے ہیں، اس وقت تک نماز ادا کرتے رہیں گے جب تک صور نہ پھونکا جائے۔

حدیثِ صحیح میں آیا ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جمعہ کے دن مجھ پر صلوٰۃ زیادہ کہو۔ کیونکہ تمہاری صلوٰۃ میرے سامنے پیش کی جاتی ہے" لوگوں نے کہا۔ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" ہماری صلوٰۃ آپ تک کیسے پہنچتی ہے۔ کیونکہ آپ تو پوشیدہ ہو جائیں گے۔" حضور سرور کائنات صلعم نے فرمایا کہ "حق سبحانہٗ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھا لینا حرام کر دیا ہے۔" اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کی زندگی دنیاوی جسمانی زندگی ہے۔ نہ روحانی جیسے شہدا کی۔

حدیثِ نبویؐ شریف میں ہے کہ "مومن کی قبر وسیع و کشادہ کر دی جاتی ہے۔ پھر آپ کے مسکن کا کیا کہنا کا کیا کہنا۔ آپ کا مع جسم شریف آسمانوں اور زمینوں میں رہنا مرتبۂ اعلیٰ و اکمل ہے
ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ فرمایا آپؐ نے "میں اپنے

پروردگار کے نزدیک گرامی تر ہوں۔ چنانچہ تین روز کے بعد مجھ کو قبر میں نہیں چھوڑ سکتا۔

بہت سی حدیثوں میں آیا ہے کہ "اہل قبور کو ادراک و سماع حاصل ہے" الغرض یہ ثابت ہو گیا کہ آپ کی حیات، حیات حسی و دنیاوی ہے اور حق تعالیٰ نے آپ کے جسدِ انور کو وہ کیفیت اور قدرت بخشی ہے کہ جس جگہ چاہیں تشریف آوری کے شرف سے نوازتے رہیں خواہ وہ جگہ آسمانوں میں ہو یا زمینوں میں ہو۔

حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فراقِ پدر میں زار زار روتیں اور فریاد کرتی تھیں کہ والد بزرگوار آپ نے دعوتِ حق قبول فرمائی۔ اے بابا جان اب جبرئیل علیہ السلام میرے گھر کاہے کو آئیں گے۔ بغیر آپؐ کے وحی الٰہی کس پر آئے گی۔ افسوس اب حسنینؑ کی پاسداری کون کرے گا۔ خداوندا! میری روح کو بابا جان کی روح سے ملا دے بارِ خدایا! مجھے اپنے محبوب کی زیارت سے بے نصیب نہ رکھ اور قیامت کے دن مجھے بابا کی شفاعت سے محروم نہ کر فراقِ پدر میں۔ دن رات ہمیشہ روتی تھیں پھر زندگی بھر آپؑ کبھی نہ ہنسیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک دن فرمایا کہ آپ ہر وقت ملول اور غمگین نہ رہا کیجئے۔ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ مجھ کو

فراقِ پدر میں رونا ہی اچھا معلوم ہوتا ہے ؎ (مدارج النبوۃ)

باپ کو سب سے زیادہ تھی محبت میری
ہائے کس طرح گوارا ہوئی فرقت میری
یک بیک ہوگئی برگشتہ جو قسمت میری
لٹ گئی گردشِ افلاک سے دولت میری

روایت ہے کہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روتی تھیں کہ افسوس نبیِ آخر الزماں جو امّت عاصی کے غم میں ایک رات باطمینان تمام نہ سوئے اور ایک دن بھی جو کی روٹی آسودہ ہوکر نہ کھائی۔ جس کے گوہر دندان سنگ جفا سے شہید ہوئے اور صبر و شکر کے سوا زبان سے کچھ نہ کہا ساری ساری رات دو رکعت میں ختم کردی۔ یہاں تک کہ آپ کے پائے مبارک میں ورم آجاتا تھا۔ شب و روز امتِ عاصی کے غم میں رونا نہ دن کا کھانا نہ شب کا سونا سب کافور تھا۔

اصحاب کبار جو مسجد نبویؐ میں معتکف تھے۔ اہل بیت کے رونے کی آواز سن کر بیتاب و بیقرار ہوگئے۔ مسجد نبوی میں شور قیامت برپا ہوگیا۔ عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سکتہ ہوگیا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ حال تھا کہ

تڑپتے اور زار زار روتے تھے۔ بعضے سکتے کی حالت میں ہر ایک کا منہ تکتے تھے۔ بعض حواس سے خود فراموش تھے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ روتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں آئے اور چادر مبارک چہرۂ انور سے اٹھا کر پیشانی پر بوسہ دیا اور کہا کہ اے بارِ خدایا اپنے حبیب کو میرا سلام پہنچا۔ مجھ کو جلد اپنے محبوب کے پاس بلا۔ ناقہ سواری ایسا غمگین ہوا کہ نہ کچھ کھاتا نہ پیتا تھا۔ آخر تین دن کے بعد مرگیا اور دراز گوش کوئیں میں گر کر ہلاک ہوگیا۔

روایت ہے کہ انتقال کے وقت سے دفن کے وقت تک مدینہ ایسا تاریک ہوا کہ اپنی آنکھ سے اپنا ہاتھ نظر نہ آتا تھا۔ اور نہ ایک دوسرے کا منہ سوجھتا تھا۔ فی الحقیقت جب ایسا آفتاب رسالت دنیا سے اٹھ جائے کسی کو زمین و آسمان کیوں نظر آئے

الغرض آپ کی وفات کے بعد اہل بیت اطہار اور اصحابِ کبار رض موافق وصیت غسل و تجہیز و تکفین عمل میں لائے اور نماز جنازہ نوبت بہ نوبت مطابق حکم پڑھتے گئے (حضور سرور کائنات ص ۱۲۵)
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز باجماعت نہیں ہوئی۔ گر لوگ آپ کے سامنے آتے تھے اور بے جماعت نماز ادا کرتے تھے۔ اور باہر آجاتے

تھے۔ اس کے بعد دوسری جماعت داخل ہوتی تھی اور نماز ادا کرتی تھی۔ جسم شریف بھی اسی مکان میں تھا، جہاں غسل دیا گیا تھا۔ اس میں (سب سے) پہلے مرد داخل ہوئے اور جب مرد (نماز سے) فارغ ہو گئے تو عورتیں اندر آئیں۔ عورتوں کے بعد لڑکوں نے اسی طرح ادا کی جیسے صفوں کی ترتیب جماعت میں ہوا کرتی ہے اور کسی شخص نے بھی جنازۂ شریف رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت نہیں کی۔

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت نہیں کی۔ کیونکہ آنحضرت علیہ السلام حیات و ممات دونوں ایّام میں تمہارے امام ہیں اور یہ آنحضرت علیہ السّلام کے خواص سے ہے کہ نمازیں متعدد ہوئیں اور تن تنہا پڑھی گئیں۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ پہلے جن لوگوں نے آپ کے سامنے نماز ادا کی وہ آپ کے اہل بیت تھے یعنی علی و عباس اور بنو ہاشم ان کے بعد مہاجر آئے (مہاجرین) کے بعد انصار آخر میں آئے۔ لوگ جوق در جوق آئے اور نماز ادا کی روایتوں میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض سے پہلے خبر دی تھی اپنی وفات کی۔ (از مدارج النبوۃ ص۵۲۱)

بعدہٗ دفن کیا گیا۔ قثم بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت

کرتے ہیں کہ جس وقت جسد مبارک کو قبر میں رکھا اس وقت لبہائے مبارک ملتے تھے اور آہستہ آہستہ فرماتے تھے یَارَبِّ اُمَّتِیْ یَارَبِّ اُمَّتِیْ اے عاشقانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نثار ہو جانے کا مقام ہے کہ ہمارے آقا سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی امّت کو نہ بھولے۔ اب ناظرین و سامعین خود چشم انصاف سے بغور دیکھیں کہ اس شافع محشر کو اپنی امت کی کس قدر محبت و الفت ہے کہ اپنی امت کی رہائی اور سفارش زبان پر جاری ہے۔ لیکن آجکل اس امت کا کیا حال ہے۔ نہ روزے کے نہ نماز کے .... ہاں دشمن اناج کے ضرور ہیں۔ خدا و رسول کے فرمان پر عمل قطعی نہیں کرتے اور اپنے کو پستی اور بے عزتی کے غار میں گرا رہے ہیں اور موت کو بھولے ہوئے ہیں۔ دنیا پر ریجھے ہوئے ہیں اور یہ نہیں خیال کرتے کہ ہوسِ دنیا دولتِ عقبیٰ کو پامال کر رہی ہے۔ (از مدارج النبوۃ)

یادِ خدا تو کر لو بھائی موت کا دن نکلنا ہے
قبر اندھیری کوئی نہ اپنا کیسا تنگ ٹھکانا ہے
احمق کب اس بات کو سمجھے، سمجھے وہی جو دانا ہے
احمق وہی جو موت کو بھولا دنیا پر دیوانا ہے

راوی لکھتا ہے کہ بعد وفاتِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جس قدر صدمات اصحاب کبار اور ازواج مطہرات پر گزرے ہیں ان کا اظہار تحریر سے باہر ہے۔ چنانچہ بعضے قوتِ گفتار اور بعضے طاقتِ رفتار سے عاری ہوگئے۔ بعضے مر گئے اور ملک شام کو چلے گئے اور فراقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات و دن زار و قطار روتے اور تڑپتے تھے بعد چند مدت کے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں۔ ہم پر تو نے جفا کی جو ہمارے جوارِ رحمت سے دور چلا گیا۔ اب تیرے لئے یہی بہتر ہے کہ اس خاک سے اٹھ اور مدینے کو روانہ ہو جا، اور عمر وہیں گزار دے۔ اس قدر فرما کر حضور تشریف لے جانے لگے، تو اس مجروح کی آنکھ کھل گئی، حضور کو وہاں نہ پایا تو نہایت بیچین ہوئے اور جوش رقت پھر زیادہ ہوگیا، اور یہ کہتے ہوئے مدینے کی راہ پکڑی ہے ؎

نظم

درِ مصطفٰے کا نظارا کروں میں
وہیں عمر جا کر گذارا کروں میں

مدینے کی گلیوں میں پھر پھر کے ہر دم
محمدؐ محمدؐ پکارا کروں میں

قریب ہو کے بھی میں بعید ہو رہا ہوں
اے آقا یہ کیسے گوارا کروں میں

تصور میں ہر دم رہے روئے زیبا
نظارا یہ ہر دم تمھارا کروں میں

جو ملتا ہے محمودؔ انھیں سے ملے گا
کسی غیر کا کیوں سہارا کروں میں

الغرض حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس وقت مدینہ منورہ میں داخل ہوئے پہلے تو روضۂ مبارک پر گئے اور مرقدِ انور کو آنکھوں سے لگایا تو دل بیتاب کو تسکین ہوئی۔ پھر وہاں سے فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ خدا کی زیارت کے لئے آستانۂ مبارک کو چوم کر عرض کیا، اے سیدہ خاتون غلام دیر سے حاضر ہے۔ اس کا سلام قبول فرمائیے۔ اندر سے آواز آئی، وہ یہاں کہاں ان کو باپ کی جدائی گوارا نہ تھی۔ خدمتِ والا میں تشریف لے گئیں۔ جب بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ روح فرسا جملہ سُنا پتھر سے سر کو پھوڑا اور نہایت بیتابی سے زار زار رونے لگے۔ حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما گھر سے باہر آئے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر کمال درجہ کا صدمہ گذرا۔ راوی

لکھا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنے کی خبر شہر میں پھیل گئی۔ کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مدینے آئے ہوئے ہیں پس ہر خاص و عام ان کی ملاقات کو آیا اور نہایت اصرار سے کہا کہ آپ حسبِ معمول اذان کہیں۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عذر کیا کہ میری اذان کا اب قدر دان ہی دنیا میں نہیں۔ آہ اب کس کو اذان سناؤں اور کس زبان سے اذان کہوں۔ کیونکہ جب میں اذان کہتا تھا تو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف انگلی سے اشارہ کر دیتا تھا۔ اب کس کی طرف اشارہ کروں گا۔ لوگوں نے بہت اصرار کیا اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی مبالغہ فرمایا تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کہنے پر رضامند ہوئے اہلِ مدینہ گرد و پیش جمع ہوئے جس وقت حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اَللّٰہُ اَکْبَر کہا ہے لوگوں میں کہرام مچ گیا اور جب اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰہ کہہ کر قبر شریف کی طرف اشارہ کیا تو ایک آہ ایسی کھینچی کہ معلوم ہوتا تھا کہ اس میں گم ہو گئے، اور بامِ مسجد سے غش کھا کر گر پڑے اور روح قفسِ عنصری سے نکل کر واصلِ محبوب ہو گئی اور ہاتھ مرقدِ انور کی طرف اُٹھ گیا۔ حضورِ اکرم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے طالبِ دیدار کو شربتِ وصال

سے فیض یاب فرمایا۔ **نظم**

جو نبیؐ سے قریب ہیں بخدا
وہ بڑے خوش نصیب ہیں بخدا

جو خدا کے حبیب کے ہیں حبیب
وہ خدا کے حبیب ہیں بخدا

قسم اللہ کی ہمارے نبیؐ
دردِ دل کے طبیب ہیں بخدا

آپ ہی کالی کملی والے نبیؐ
مونسِ ہر غریب ہیں بخدا

کیوں نہ محمود ہوں وہ اے محمودؔ
جو فدائے حبیب ہیں بخدا

بیانِ وفات حضرت سیّدہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا

روایت ہے کہ بعد وفاتِ جناب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا اندھیری ہو گئی۔ ہر طرف غم کی گھٹا گھر آئی۔ آسمان و زمین میں ایک زلزلہ پڑ گیا۔ دلوں میں خنجرِ الم گڑ گیا۔ اہلِ مدینہ نے

آہ وزاری کے نعرے عرش تک پہنچائے۔ سارے اصحاب
کبار اور اہلِ بیتِ اطہار کے شیشہ ہائے دل رنج وغم سے
چور چور ہو گئے ۔ لیکن جتنا رنج والم سیّدہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ
عنہا کو مفارقتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ میں ہوا۔ اس کا بیان حد تحریر
واحاطۂ تقریر سے باہر ہے۔

روایت ہے کہ پانچ ہستیوں کے برابر دنیا میں کوئی نہیں
رویا۔ اول حضرت آدم علیہ السلام بسبب گیہوں کھانے کے بہشت
سے باہر آئے اور تین سو برس تک برابر روتے رہے یہاں تک کہ
گوہر دندان مبارک دونوں رخساروں سے نظر آتے اور ایک ندی ان کے
آنسوؤں سے جاری ہو گئی۔ تمام چرند اور پرند اس کو پیتے تھے۔
اور کہتے تھے کہ کیا ہی میٹھا پانی ہے آدم علیہ السلام یہ سن کر اور زیادہ
روتے تھے کہ جانور ہنستے ہیں میرے رونے پر۔ ندا آئی۔ اے
آدم یہ سچ کہتے ہیں جو کوئی ہم سے ڈر کر اور نادم ہو کر اپنے گناہوں
پر روتا ہے، وہ آنسو واقعی شہد سے زیادہ شیریں ہوتے ہیں
دوسرے حضرت یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام کے فراق
میں اتنا روئے کہ آنکھیں سپید ہو گئیں۔ تیسرے حضرت یوسف
علیہ السلام قید خانے میں بہت زیادہ روئے۔ چوتھے حضرت فاطمہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا فراق پدر میں اتنا روئیں کہ اہل مدینہ گریہ شب و روز
اور آہ جگر سوز سننے کی تاب نہ لا سکے۔ پانچویں حضرت زین العابدین
رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد شہادت پدر بزرگوار حضرت امام حسین رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کے چالیس برس تک حیات رہے، باپ کی تنہائی اور
مصیبت کو یاد کر کے خون کے آنسو روتے، کسی وقت رونا ترک
نہ کرتے اور جب پانی پیتے تو باپ کی پیاس یاد کر کے زار زار روتے
جب کھانا آگے آتا تو باپ کی بھوک یاد کر کے اتنا روتے کہ کھانا
آنسوؤں میں ڈوب جاتا۔ کبھی سیر ہو کر پانی نہ پیتے، ہر دم آب
الماس آنکھوں سے بہاتے رہتے لوگ عرض کرتے حضرت آپ کو
اپنی جان پیاری نہیں اتنا کیوں روتے اور بیقرار ہوتے ہیں صبر
فرمایئے آپ فرماتے کہ ؎

مجھ پہ خود روتی ہے آ کے مصیبت میری۔

نظم

کوئی گل باقی رہے گا نے چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہ کا دینِ حسن رہ جائے گا

ہم صفیر وا باغ میں ہے کوئی دم کا چہچہا
بلبلیں اڑ جائیں گی سونا چمن رہ جائے گا

نامِ شاہانِ زماں مٹ جائیں گے لیکن یہاں
حشر تک نام و نشانِ پنجتن رہ جائے گا

جو پڑھے گا صاحبِ لولاک پر ہر دم درود
آگ سے محفوظ اس کا تن بدن رہ جائیگا

الغرض حضرت سیدہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گریہ وزاری شب و روز جاری تھی یہاں تک کہ مدینہ منورہ کے لوگ بہت ناچار ہوگئے اور جناب سیدہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں جاکر عرض کیا کہ یا بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اگر دن میں رویا کریں تو رات میں آرام فرمایا کریں تاکہ ہم لوگوں کو بھی آرام ملے جب آپ نے اہلِ مدینہ کی یہ حالت دیکھی تو قبرستان بقیع میں تشریف لے جاتیں اور زار زار رویا کرتیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے وہاں ایک حجرہ بنوادیا۔ جس کا نام بیت الحزن رکھا۔ حضرت سیدہ خاتون رضی اللہ تعالےٰ عنہا روزانہ وہاں تشریف لے جاتیں اور باپ کی جدائی میں زار زار روتیں اور روضۂ اقدس سے لپٹ کر آپ کی جدائی میں بیقرار ہوتیں آہِ سرد بھرتیں اور عرض کرتیں ؎

ہائے دیکھو تو مجھے فاطمہ زہرا ہوں میں
آخری رونے کو آئی تمہیں بابا ہوں میں

ہائے ٹکڑے مرا اس غم سے جگر ہوتا ہے
آپ کے دل پہ نہیں اس کا اثر ہوتا ہے

الغرض ایک روز روتے روتے سوگئیں کیا دیکھتی ہیں کہ حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سرہانے کھڑے ہیں اور چاروں طرف دیکھ رہے ہیں۔ گویا کسی کی تلاش میں ہیں۔ حضرت سیدہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا رو رو کر پوچھنے لگیں بابا جان آپ کہاں ہیں۔ آپ کی لاڈلی فاطمہؓ آپ کی جدائی میں بیقرار سینہ فگار ہے۔ اپنے جینے سے بیزار ہے۔ اب تابِ دوری نہیں طاقت مہجوری نہیں منتظر ہوں کہ موت کب آتی ہے کب بابا جان سے ملاقی ہے۔ للہ مجھ پر رحم فرمایئے۔ قیدِ ہستی سے مجھے جلد چھڑا دیئے اور اپنی خدمت میں مجھے بلا لیجیے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے جانِ پدر میں بھی یہاں دمِ سرد بھر رہا ہوں۔ دردِ جدائی میں بیقرار ہوں اور فرمایا کہ نورِ دیدہ اب مجھے بھی تابِ مفارقت نہیں زمانۂ فراق گزر چکا اب تمہارے آنے کا منتظر ہوں اب تم بہت جلد زندانِ محبت سے بوستانِ رحمت میں آیا چاہتی ہو۔ کل انشاءاللہ تم میرے پاس ہوگی جب یہ مژدۂ فرحت اثر یعنی باپ سے ملنے کی خبر سنی تو دل باغ باغ ہوگیا۔ اہلِ مدینہ جو آپ کی گریہ وزاری سے نہایت پریشان وحیران

رہتے تھے ان کو اپنے انتقال کی خبر اس طرح سُنائی ؎

دنیا سے جاکے اب نہ دوبارہ میں آؤنگی
تم کو نہ اپنی آکے مصیبت سُناؤں گی
سن لینا رونے والی تمھاری گزر گئی !
ایذا اٹھی جس سے تم کو وہی آج مر گئی !

الغرض سیّدہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا گھر کے کام میں مشغول ہوگئیں روٹی پکانے کو تھوڑا سا آٹا گوندھا اور تھوڑی سی مٹی شاہزادوں کے سر مبارک دھونے کے لئے بھگوئی۔ پھر بچوں کے کپڑے دُھوتے جاتی تھیں اور غم پدر میں روتی جاتی تھیں۔ اتنے میں حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اے چشم وچراغ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے کام سے تم کو کچھ کام نہ تھا، غم پدر کے سوا دم بھر آرام نہ تھا، آج خلاف عادت کاموں میں مشغول ہو مجھے بڑا تعجب ہے۔ آخر اس کا سبب کیا ہے۔ حضرت سیّدہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روکر فرمایا ؎

رو کے فرمایا میں اب تم سے جدا ہوتی ہوں
دیکھو دنیا کے میں اب غم سے رہا ہوتی ہوں
عمر آخر ہوئی اب تم پہ فدا ہوتی ہوں

جاتی دنیا سے ہوں راضی برضا ہوتی ہوں

آٹا اس واسطے میں گوندھ رہی ہوں اس دم
ہوگا غم سب کو مرے آج بچھڑنے کا غم !
میرے مرنے کا بہت ہائے اٹھاؤ گے الم
کھانا پھر کون پکائے گا بتاؤ ہمدم
آج اس واسطے دھوتی ہوں میں ان کے کپڑے
ایک بار اور پہن لیں مرے دھوئے کپڑے
مانگ لیں پیار سے آج اور یہ ماں سے کپڑے
پھر طلب کس سے کریں گے مرے بچے کپڑے
مٹّی اس واسطے ہے میں نے بھگوئی سرور
اپنے بچوں کے دُھلا اور دوں اک بار میں سر
کون لے گا مرے بچوں کی مرے بعد خبر
کوئی رکھے گا نہ یوں ان پہ محبت کی نظر
لاکھ شفقت سے رکھے باپ تو کیا ہوتا ہے
سایہ بچوں پہ بہت ماں کا بڑا ہوتا ہے

جب امیر المومنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کلمات فراق سنے بے اختیار آنکھوں سے

آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا اے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابھی آپ کے اباجان کا داغ میرے دل سے نہیں مٹا تھا۔ کہ آپ کی جدائی کی خبر وحشت اثر سے دل پُر غم چور ہو گیا۔ حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ اے علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مصیبت میں آپ نے صبر کیا تھا۔ اس تعزیت میں بھی صبر سے کام لیں اور اب آپ ایک دم میری نظر سے غائب نہ ہوں کہ میرا آخری وقت قریب ہے اس کے بعد پھر دنیا میں آپ کو فاطمہؓ کا دیدار نصیب نہ ہو گا اور فرمایا بعد میرے بچوں کا بہت خیال رکھئے گا۔ کیونکہ نظم

یہ نونہال، دل چمن مصطفیٰ کے ہیں
یہ گلعذار لال حبیب خدا کے ہیں

ان پر فدا جو ہیں وہ پیارے خدا کے ہیں
یہ نورِ عین عرش کے تارے خدا کے ہیں

الغرض حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دونوں بچوں کو سینے سے لگایا پیار کیا اور فرمایا کہ اپنی اماں جان کے لئے گورستان بقیع میں جا کر دُعا کرو۔ دونوں صاحبزادے دعا کے لئے روانہ ہوئے۔ حضرت فاطمہؓ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسمار کو بلا کر فرمایا کہ جب میرے دونوں نورِ عین حسین و حسن واپس آئیں

تو انھیں علیحدہ مکان میں بٹھا کر کھانا کھلانا۔ میرے پاس نہ لانا میری بیماری سے وہ گھبرا جائیں گے۔ جب دونوں صاحبزادے واپس تشریف لائے اور کھانا طلب کیا۔ اسمار نے حسبِ ارشاد جناب خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا بچوں کو علیحدہ مکان میں لے جا کر کھانا کھلانا چاہا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لاڈلے رو رو کر اسمار سے فرمانے لگے کہ اے اسمار ہماری اماں جان ہمارے ساتھ کھانا تناول فرمایا کرتی تھیں آج کیا ہے جو تو ہم کو کھانا تنہا کھلاتی ہے۔ اسمار نے عرض کیا۔ بنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی بی بی بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طبیعت ناساز ہے دونوں صاحبزادے یہ سن کر روتے ہوئے جناب سیدہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ مبارک میں حاضر ہوئے اور اماں جان کو اس حال میں دیکھ کر زار زار رونے لگے جناب سیدہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دونوں جگر گوشوں کو بہت پیار کیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ پاک پر پہنچوا دیا۔ حضرت علی رضی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمایا کہ اب جدائی کا وقت ہے آپ میرے پاس بیٹھ جائیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیٹھ کر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سر مبارک اپنی گود میں رکھ لیا بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور جناب خاتون جنت

رضی اللہ تعالیٰ کے چہرۂ مبارک پر گرنے لگے ۔ بنتِ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے آنکھیں کھول دیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روتا ہوا پایا اور فرمایا اے علی کرم اللہ وجہہ یہ رونے کا وقت نہیں ہے ۔ آخری وصیت سننے کی گھڑی ہے حضرت علی مرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا فرمائیے آپ کی کیا وصیت ہے خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا ۔

نظم

مجھ سے کبھی جناب کو پہنچا جو رنج ہو
سر پہ قضا ہے اب مجھے للہ بخش دو

بولے علیؓ زبان سے تم اپنی نہ یہ کہو
تم بے خطا ہو بخشو علیؓ کے قصور کو

فاقے پہ فاقہ آپ نے بی بی سدا کیا
مجھ سے نہ ایک دن کبھی شکوہ گلہ کیا

طالب ہوئیں نہ مجھ سے تم اچھے لباس کی
کھانے کی تھی زباں پہ شکایت نہ پیاس کی

رکھنا حسنؓ حسینؓ پہ الفت کی تم نظر
مرنے کی میرے دیجیو ان کو نہ تم خبر

رونے نہ پائیں فاطمہ زہرا کے لاڈلے
کلپیں نہ ماں کے واسطے زہرا کے لاڈلے

بیٹے جو ہیں علی کے تو زہرا کے لال ہیں
پتلی نبیؐ کی آنکھ کے یہ نونہال ہیں

فاقے سے جب یہ ہوں انھیں کھانا کھلائیو
پیاسے ہوں میرے لال تو پانی پلائیو

رہنا سدا علیؓ مرے بچوں سے ہوشیار
ہونے نہ پائیں لال مرے دیکھو بیقرار

چھاتی سے تم لگا کے انھیں کیجیو پیار
تم منہ سے ان کے جھاڑیو والی مرے غبار

پھر جناب خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہ کو چار وصیتیں فرمائیں ۔ اول یہ کہ اگر مجھ سے کوئی ملال پہنچا ہو تو اسے معاف کیجئے ۔ دوسرے یہ کہ میرے بچوں کو میرے بعد بہت عزیز رکھنا آنکھ سے اوجھل نہ ہونے دینا اگر ان سے کوئی قصور ہو تو اسے درگزر کرنا ۔ تیسرے یہ کہ مجھے رات کے وقت دفن کرنا تاکہ جس طرح زندگی میں مجھے بیگانوں نے نہیں دیکھا ہے میرے جنازے پر بھی ان کی نظر نہ پڑے ۔ چوتھے یہ کہ میرے مرنے کے بعد آپ مجھے بھول نہ جائیں،

اور میری قبر پر ضرور آیا کریں۔ مجھے آپ سے بہت محبت ہے مجھے قبر کی وحشت اور اپنی تنہائی کا عالم یاد آتا ہے تو بہت بڑا صدمہ دل پر گزرتا ہے۔ یہاں تو آپ کی محبت صبح و شام مجھ کنیز پر رہی اب بھرے گھر کو چھوڑ کر جنگل میں اکیلی سوؤں گی۔

نظم

تنہائی کے سوا کوئی اپنا نہیں وہاں
دکھ جس سے میں کہوں کوئی ایسا نہیں وہاں

جز اور اس کے کوئی کسی کا نہیں وہاں
اللہ کے سوا کوئی میرا نہیں وہاں

تنہا نہ چھوڑیو مجھے میں واری تین دن
ہوتے بہت ہیں قبر میں ہاں بھاری تین دن

مردے تمام قبر میں ناچار ہوتے ہیں
مرنے کے بعد ہائے وہ بے یار ہوتے ہیں

جاتے ہیں خالی ہاتھ وہ نادار ہوتے ہیں
تم سب سے فاتحے کے طلبگار ہوتے ہیں

اس کے بعد آپ نے غسل فرمایا عطر ملا اور جامۂ اطہر پہنا اور حجرۂ مبارک میں بستر بچھوا کر داہنی کروٹ قبلہ رو ہو کر لیٹ رہیں اور

وہ کافور بہشتی جو جناب سید عالم رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عنایت فرمایا تھا اسمار سے طلب فرمایا اور کہا کہ مجھ کو اسی لباس میں جو بدن پر ہے غسل دے کر دفن کرنا اور برہنہ نہ کرنا اور اسمار سے فرمایا کہ اب حجرے سے باہر چلی جاکہ میں جناب باری میں مناجات کروں گی۔ اسمار باہر چلی آئی دیکھا حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا رو رہی ہیں اللہ تعالےٰ سے عرض کر رہی ہیں کہ خداوندا، بحق بابا جان مصطفےٰ اور طفیل چشمان اشکبار محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جو میرے اشتیاق میں ہیں اور بہ گریہ وزاری علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو میرے رنج و جدائی میں بیقرار ہیں اور پیارا جگر حسن مجتبیٰ اور بصدقہ تشنہ کامی حسین شہید کربلا میرے بابا جان کی امت کو بخش دے اور ان پر رحم فرما۔ اسمار نے تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد آواز دی کہ یا قرۃ العین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، پھر بھی کوئی جواب نہ ملا۔ اندر آ کر آپ کے روئے مبارک سے چادر اٹھائی دیکھا تو آپ دار فانی سے عالم جاودانی کو سدھار کر بابا جان کی خدمت میں تشریف لے گئیں۔ اِنا لِلّٰہ و انّا الیہ رَاجعُون ط

نظم

ہیں محوِ خواب حسین و حسن زمیں کے تلے
عرب کے چاند ہیں، جلوہ فگن زمیں کے تلے

ہوائے خلد چلی آرہی ہے جھونکوں سے
پڑے ہیں چین سے اوڑھے کفن زمیں کے تلے

زمین سے پھول جو اُگتا ہے یہ بتاتا ہے
ہیں کیسے کیسے حَسین دفن زمیں کے تلے

تو ایک خلد پہ اِترا رہا ہے اے رضواں
کھلے ہوئے ہیں ہزاروں چمن زمیں کے تلے

محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ حسینؑ و حسنؑ
لگا رہے ہیں چمن پنجتن زمیں کے تلے

سکوں میں پاگیا منہ موڑتے ہی دنیا سے
رہا نہ کوئی بھی رنج و محن زمیں کے تلے

لحد میں اپنی جو تنہائی سے میں گھبرایا
ہوئے انیس مرے پنجتن زمیں کے تلے

خدا کے بندے ہیں قرآن کی تلاوت میں
ہے جیتی جاگتی ایک انجمن زمیں کے تلے

ہمارے ساتھ ہیں اعمال نیک کے زیور
بنے گی قبر ہماری دُلہن زمیں کے تلے

رسول پاک کے قدموں سے جگمگا اٹھی
مری نگاہ کی اک اک کرن زمین کے تلے

تہہ زمین بھی مدینہ کی جستجو نہ گئی !
ہمارا جسم رہا گامزن زمیں کے تلے

ادب سے آؤ یہاں فاتحہ پڑھو محمود
سکوت و یاس کی ہے انجمن زمیں کے تلے

عبرت کرو

موت کا بھاری سفر ہے کچھ تو توشا چاہیئے
ایک ایماں دوسرے پرہیز و تقویٰ چاہیئے

ایک روٹی جو کی کافی ہے اسے دنیا کے بیچ
جس کو قبرِ تنگ میں کل جا کے سونا چاہیئے

عیش جنت ہے ہمیشہ مومنوں کے واسطے
چار دن یادِ خدا میں دل لگانا چاہیئے

کل یہ سب اعضا بدن کے لاپتا ہو جائینگے
کچھ دعا زاری خدا سے آج کرنا چاہیئے

گزارش مُصنف :- اس میں جو کچھ غلطیاں ہوگئی ہوں اُن پر جو صاحب مطلع ہوں وہ مہربانی فرماکر آگاہ فرمائیں کہ آئندہ طباعت میں اُن کی صحت کردی جائے اور صدق دل سے دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے۔ آمین ۔

حضور اکرم نورِ مجسّم صلّی اللہ علیہٖ وسلّمؐ کے

نقشِ نعلِ پاک عجیبہ و خوارقِ غریبہ کا بیان

حضراتِ اولیاء کاملین نے نقش نعل مبارک کی کرامتیں جو کچھ بچشمِ خود ملاحظہ فرمائی ہیں اور علمائے حقانی و فضلائے رحمانی نے بہ سندِ صحیح لکھا ہے کہ اس کو مولانا حاجی حافظ قاری **اشرف علی** صاحب تھانویؒ نے بھی حوالۂ قلم کیا ہے بندۂ ناچیز مولفِ رسالہ ہذا نے بغرضِ استفادہ برادرانِ اسلام نقل کیا ہے ۔

بعد الحمد والصلوٰۃ ناچیز اشرف علی عرض کرتا ہے کہ ان دنوں ہم لوگوں کے کثرت معاصی سے جو کچھ ہجوم بلیّات صوریہ ومعنویہ ظاہر ہے اس کا علاج بجز اصلاح اعمال و توبہ استغفار کے کچھ نہیں

ہے مگر ہم لوگوں کے قلب و زبان کی جو کیفیت ہے معلوم ہے البتہ اگر کوئی وسیلہ قوی ہے تو اس کی برکت سے حضور قلب میسّر ہوسکتا ہے اور امّید قبول بھی قریب ہے ۔ منجملہ ان وسائل کے تجربۂ بزرگانِ دین نقشۂ نعل مقدس حضور سرور دو عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہایت قوی البرکت سریع الاثر پایا گیا ہے ۔ اس لئے اسلامی خیر خواہی باعث اس کی ہوئی کہ تمثال خیر النعال صلی اللہ علیٰ صاحبہ فوق والرّمال حسب روایت امام زین الدین عراقی محدث رحمۃ اللہ علیہ کی نذر کی جائے کہ اپنے پاس رکھ کر برکات حاصل کریں اور اس کے توسل سے اپنے حاجات و معروضات جناب باری تعالیٰ میں قبول فرمائیں ۔ اس نقش شریف کے آثار و خواص و فضائل کو کون شمار میں لاسکتا ہے مگر اس مقام پر ہم نہایت اختصار کے ساتھ کتب معتبرہ علمائے محدثین محققین سے چند برکات اور کچھ کرامات مشتمل بر ذوق و شوق نقل کئے جاتے ہیں کہ جن کے پڑھنے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعشّق اور محبت پیدا ہو اور بوجہ غلبۂ محبت بلا تکلف آپ کا اتباع نصیب ہو جو اصل مقصود اور سرمایۂ نجات دینوی و اُخروی ہے ۔ طریق توسل یہ ہے (بہتر یہ ہے کہ آخر شب

میں اُٹھ کر وضو کر کے جس قدر ہو سکے تہجد پڑھے اس کے بعد گیارہ بار درود شریف۔ گیارہ بار کلمہ طیبہ۔ گیارہ بار استغفار پڑھ کے نقشہ کو باادب سر پر رکھے اور تبضرع تمام جناب باری تعالیٰ میں عرض کرے الٰہی میں جس مقدس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشہ نعل کو سر پر لئے ہوئے ہوں اُن کا ادنیٰ درجے کا غلام ہوں الٰہی اس نسبت غلامی پر نظر فرما کر برکت سے اس نعل شریف کے میری فلاں حاجت پوری فرمائیے مگر خلاف شرع کوئی حاجت طلب نہ کرے پھر سر پر سے اُتار کر اپنے چہرہ پر ملے اور اس کو بہ محبت بوسہ دے اور آنکھوں سے لگائے اور بہ طفیل نعل شریف کے جو حاجت ہو خدا سے مانگے کامیاب ہو گا۔

نعت مبارک

جو غلامی میں آپؐ کی آیا — پا گیا رحمتوں کا سرمایا
روز و شب بھیجوان پہ لاکھوں درود — شان میں جس کی والضحیٰ آیا
خواب میں بھی رسولؐ اکرم کو — جس نے دیکھا بہشت کو پایا
مستحق ہو گیا وہ جنت کا — جو بھی ایمان آپؐ پر لایا

بخشوانے خطاؤں کو محمود
درِ محمود پر ایاز آیا!

تحفۃ الصّوفیہ

یعنی ترجمہ ارشادات غوث الاعظم محبوب سبحانی
شیخ عبدالقادر محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

رھنمائے سالک
آداب الشیخ

معہ ترجمہ اردو

از حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ
معہ ترجمہ اردو آداب مریداں
از حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

ملنے کا پتہ
عبد السمیع ۔ ملیر کالونی ۔ ایف ساؤتھ ۶۱/۱ کراچی